THE ALHAKAM, QADIAN, رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک

بازو قرار دیا!

الحکم

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بہ چادر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب
احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد مجاہد
مصری) عرفانی

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام سیدنا مسیح موعود علیہ السلام)

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے ۱۰ر
حکام و امراء سے ۵ر
معاونین سے عہ
عوام سے ۵ر
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸
تاریخ کو
خدا تعالےٰ کے فضل
اور
رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ — ۲۸ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ یوم چہارشنبہ — نمبر ۷

"الحکم" کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالےٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

۷ جنوری ۱۹۳۴ء

کچھ اپنی نسبت

①

سب سے اول میں اپنی بیماری کا کچھ تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں ۱۹ جنوری ۱۹۳۴ء کو بیمار ہوا - اور اس وقت تک کسی حد تک بیمار ہوں۔ گو عوارض اب باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے۔ اس عرصہ میں جن دوستوں نے عیادت کے خطوط لکھے - اور جنھوں نے بالالتزام میری صحت کے لئے دعائیں کیں خصوصاً جماعت پشاور میں ان سب دوستوں کے لئے اپنے قلب میں جذبہ سپاس گذاری پاتا ہوں - اور نہایت اخلاص سے

جزاھم اللہ احسن الجزا کہتا ہوں

ان کے اس اخلاص اور محبت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر میرے ایمان میں مزید ترقی ہوئی۔ کہ آپ نے اپنے خدام کے دل میں ہمدردی اور محبت کی ایک ایسی رَو پیدا کردی ہے کہ وہ جگہ یا فاصلہ کے خیال کے بغیر کام کرتی ہے۔

②

اسی سلسلہ میں میں جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی محبت و شفقت کا پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ انھوں نے جس ہمدردی کے ساتھ میرا علاج کیا میں اسے خدا کا ایک خاص فضل سمجھتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قرب نے ان کا تزکیہ نفس کردیا ہے - اور وہ خدا کی مخلوق کی خدمت میں اپنی زندگی کا لطف محسوس کرتے ہیں - اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ مجھے ان کے صحیح طریق علاج کا علم بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے بخشا گیا تھا - والحمد للہ علیٰ ذالک۔ ان کی غیر حاضری میں ڈاکٹر سید شاہ عالم اور میرے پرانے دوست مفتی فضل الرحمان صاحب نے بھی پوری غمگساری سے میری تیمارداری کی۔ مفتی صاحب کے متعلق یہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو دستِ شفا کی دعا دی تھی۔ بہرحال اس عرصہ میں جن دوستوں نے کسی نہ کسی رنگ میں میری عیادت اور خدمت کی ہیں ان سب کے لئے حضرت رب العزت کے حضور دعاگو ہوں -

③

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہمدردی اور آپ کی دعائیں تو ہمیشہ سے میری زندگی کا ستون ہیں - اب بھی جو کچھ مجھے میسر آیا۔ یہ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میں صحیح شعور اور بصیرت سے جانتا ہوں کہ

آپ کا اس گنہ گار پر کسقدر کرم ہے۔

آپ کے ماسوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے دوسرے ممبروں نے میرے ساتھ بے حد غمگساری کا عملی اظہار فرمایا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب صاحب کے صاحبزادگان بار بار آتے رہے۔ ان کی تشریف آوری میرے لئے پیامِ حیات تھی۔ اللہ تعالےٰ بنی نوع انسان کے اس یگانہ خیرخواہ خاندان کو بڑھائے - اور قومیں ان سے برکت پائیں۔ اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوں

④

میں بیجا ناسپاسی کا ارتکاب کروں گا کہ اگر میں اپنے محسن اور مخلص دوست خان بہادر احمد الہ دین کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جو میری مشکلات میں ہمیشہ میرا ساتھ دیتے ہیں - اس علالت کے ایام میں بھی ان کی ہمدردی ہر آئینہ میرے ساتھ رہی جزاھم اللہ احسن الجزا - غرض میں ایک بار اور ان سب دوستوں کا شکرگزار ہوں جنھوں نے اس عہد علالت میں کسی نہ کسی رنگ میں میری غمگساری اور ہمدردی کی -

⑤

اسکے بعد میں الحکم اور اس کے معاونین و انصار اور خریداروں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ باوجودیکہ میں بیمار تھا - اور بیماری میں زندگی اور موت کا سوال تھا۔ لیکن انھوں نے دیکھا کہ الحکم ٹھیک وقت پر شائع ہوتا رہا ہے - اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہر طرف سے اس کی پسندیدگی کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور اسے ایک نہایت قیمتی اور ایمان افروز وقتی ضرورت یقین کیا گیا ہے۔ مجھے اپنی بیماری میں یہ خوشی رہی کہ اگر اسی حالت میں مجھے موت بھی آگئی تو میں خوش تھا کہ مرنے کے وقت الحکم کو جاری دیکھتا ہوں مگر خدا تعالےٰ نے مجھے اس کی خدمت کے لئے ایک اور موقع دیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

⑥

میں جماعت سے الحکم کے متعلق ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق تسلیم کرلیا گیا ہے میں الحکم ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کو پیش کرنا چاہتا ہوں - اور میرا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ اور کیریکٹر کو اگر پیش کیا جاوے - اور آپ کے حقیقی حسن و احسان کو دنیا کے سامنے رکھا جاوے تو یہ سب سے بڑھ کر ذریعہ تبلیغ ہوگا۔ ایسی حالت میں میں اپنے دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ وہ اس کے زندہ رکھنے کے لئے کیا قربانی کر سکتے ہیں -

میں بار بار اپیلیں کرنے کو قومی توہین سمجھتا ہوں اس کی ضرورت اگر واقعی ہے تو اس کو پورا کرو۔ احباب اس امر کا خیال نہ کریں کہ ان کو فرداً فرداً یاد دلایا جائے تو وہ کام کریں۔ تمام جماعتوں کے تبلیغی اور تربیت کے سکرٹریوں کو چاہیئے کہ وہ ہر احمدی تک الحکم پہنچانے کا تہیہ کریں - الحکم کے لئے

ایک پیسہ روز کی قربانی کوئی بڑی چیز نہیں

اس کے ذریعہ تم کو وہ چیز ملے گی جو تمھارے اندر روحانی حیات پیدا کرے گی -

⑦

بعض دوستوں نے نہایت عالی ہمتی سے اپنے ذمہ ماہانہ اس کی امداد کا ذمہ لیا ہے۔ لیکن یہ تعداد اعداد بہت ہی کم ہے - اور اس میں سب سے بڑا حصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ہے۔ مجھے اجازت نہیں ورنہ میں ان کے ناموں کا اظہار کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الحکم کے لئے ان کے دلمیں کس قدر محبت ہے - الحکم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپکے مکتوب شریف کے پڑھنے کے بعد بھی اگر کسی دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہو کہ

الحکم اس کے پاس ہو

تو افسوس ہوگا۔ پس ہر جگہ کی جماعتیں اپنے ہاں اس سوال کو طے کریں کہ الحکم ہر احمدی کے گھر میں آنا چاہیئے۔ مجھے ایسے والنٹیروں کی ضرورت ہے - جو الحکم کی اشاعت کے لئے مخلصانہ سعی کریں۔ جیسے شیخ عبدالحکیم صاحب نے شملہ میں اور عزیز مکرم میاں مظفر الدین صاحب نے پشاور میں نمونہ دکھایا ہے۔

اگر پچاس ایسے نوجوان کھڑے ہو جاویں تو ایک دن میں یہ سوال حل ہو جاوے -

⑧

آخر میں مجھے ان دوستوں سے کچھ عرض کرنا ہے جن کی خدمت میں یوم اشاعت سے پرچہ جاری رہا ہے۔ اپنے عمل سے بتا دیا ہے کہ وہ اسکے خریدار ہیں۔ جن دوستوں نے عذر کیا۔ یا پرچہ واپس کر دیا - ان کے نام میں نے افسوس سے خارج کر دیئے۔ لیکن جنھوں نے باوجود اس درخواست کے جو ہر ہفتہ شائع ہو رہی ہے اپنے عمل سے خریداری کو قبول کرلیا ہے - میں درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ چاہیں تو ارسال قیمت کی کوئی تاریخ مقرر کر دیں - اگر وہ ایسا نہ کریں تو

الحکم کا اگلا پرچہ

بذریعہ وی۔پی حاضر ہوگا - اسے وصول کریں۔ کہ ان کا **اخلاقی فرض** ہے۔

والسلام -

(عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ کا خلاصہ

میں نے ۱۹۱۴ء کے سالانہ جلسے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر ایک تقریر کی تھی۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا خلاصہ آپ کی تحریر کی بنا پر پیش کیا تھا۔ اب تک وہ شائع نہیں ہوا۔ اسلئے مجھے امید ہے کہ آج بھی وہ ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گوشہ نشینی کی محبت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر تھی۔ آج سے قریباً ساٹھ سال پہلے کی حضرت کی مجھے ایک تحریر ملی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ کا خلاصہ اور مغز ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو اس عالمہ اور فقیہہ خاتون نے کیا لطیف جواب دیا۔ فرمایا کہ حضرت کی سیرۃ قرآن کریم ہے۔ یہ بڑا پُر معرفت اور بلیغ جواب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم جس اعلیٰ اور ارفع مقام پر واقع ہوئی ہے اس قسم کی وحی نازل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس شان اور مرتبہ کا قلب نہ ہو۔ یہ ایک نکتہ معرفت ہے۔ جس پر بہت کچھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ تحریر جس کا مینے ذکر کیا ہے۔ اس کو پڑھا۔ تو میں اس لذت اور خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ جو میرے دوران خون کے ساتھ تمام بدن میں پھیل گئی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں آپ جب سنیں گے تو ایک تو وجد کی کیفیت آپکے اندر ضرور پیدا ہو جائے گی۔ کہنے کو یہ ایک فقرہ ہے۔ مگر اس کی شرح اور تفسیر سیکڑوں نہیں ہزاروں صفحات لکھوانا چاہتی ہے۔

سُنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ

المساجد مکانی والصالحون اخوانی
وذکر اللہ مالی وخلق اللہ عیالی۔

میرا مکان مسجدیں ہیں اور صالحین میرے بھائی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر میرا مال و دولت ہے۔ اور اللہ کی مخلوق میرا کنبہ ہے۔

دوستو! خدا کے لئے غور کرو۔ اور دنیا کو اس عظیم الشان۔ وسیع الحوصلہ انسان کا پتہ دو۔ کہنے کو یہ چار فقرے ہیں۔ مگر ان کے اندر جس قدر معارف۔ اور حقائق کا ذخیرہ ہے۔ میں یا آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس قلب کی وسعت حوصلگی کا اندازہ کرو خلق اللہ عیالی۔ دنیا کی ساری مخلوق کو جو اپنا کنبہ سمجھتا ہے اس کی ہمدردی۔ رحم۔ چشم پوشی۔ انکساری۔ مروت کی کوئی حد بست ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جیسے اللہ تعالےٰ کی ذات ربوبیت عامہ ہے۔ اور وہ رب العالمین ہے۔ اسیطرح پر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود کی شان سے دنیا میں نازل ہوا۔ خلق اللہ کو اپنا عیال قرار دیتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا **ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین** اسی طرح احمد قادیانی اپنے قلب کا ذکر کرتا ہے۔ اس چھوٹے سے سینہ میں کائنات عالم کے لئے ہمدردی کا دریا موجزن ہے۔

اس قدر **وسعت قلب** اور **مواسات** کا جذبہ کسی انسان میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ خدا کے اپنے ہاتھوں سے صاف نہ کیا گیا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کی ربوبیت و رحمۃ عامہ کی تجلی ہر وقت اس پر سایہ فگن نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر اللہ کی ایک بھی مخلوق ایسی نہ تھی جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمدردی اور محبت نہ ہو۔

آج سے ساٹھ سال پہلے جب انھوں نے اپنے اپنے قلب کا مطالعہ کر کے یہ فقرہ لکھا ہوگا۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ اسے اپنے مامور ہونے کا وہم بھی تھا؟ نہیں یہ وہی بات ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر کے متعلق پیش آئی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا **الم نشرح لک صدرک**۔ اسی طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شرح صدر کر دیا۔ اس میں کوئی بغض اور کینہ کسی سے باقی نہیں رکھا گیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس وحی الٰہی کے ایک جزو کی تفسیر ہے جو آپ کو **دنیٰ فتدلیٰ** کے الفاظ میں ہوئی۔ **دنیٰ** کے متعلق میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ کیفیت **فتدلیٰ** کی ہے اور وہ صعود تھا۔ یہ نزول ہے۔ یہ حالت اسوقت میسر ہوتی ہے جب نفوس قدسیہ خدا تعالیٰ کی محبت تامہ کی وجہ سے فیوض الٰہی کو جذب کر چکنے کے بعد مخلوق کی محبت تامہ کے باعث ان فیوض کو مخلوق تک پہنچاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **ووجدک عائلاً** فرمایا اس کی حقیقت بھی یہی ہے

پس یہ فقرہ جو ساٹھ سال پہلے آپ نے اپنے قلب کی کیفیت کی بنا پر لکھا تھا۔ آج اس کی شرح کے لئے دفاتر کی ضرورت ہے۔ پھر انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ دنیا کے مال اور زخارف کو چاہتا ہے۔ اس فطرت کا نقشہ قرآن مجید کی اس آیت میں خوب بیان کیا ہے۔ جہاں فرمایا کہ لوگوں کی فطرت میں یہ بات خوشنما دکھائی گئی ہے کہ اموال اور عورتیں اور گھوڑے وغیرہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن انبیا علیہم السلام اور ان کے رنگ میں رنگین لوگوں کی حالت بالکل الگ اور جدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں **ذکر اللہ مالی**۔ میرا مال و متاع اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔

حقیقت میں جس قوم کو یہ تعلیم دی گئی ہو کہ ذکر اللہ اکبر۔ دنیا کی تمام عظمتوں اور شوکتوں کے مقابلہ میں رفعت و عظمت اگر ہے تو وہ ذکر اللہ ہی کے لئے ہے۔ پھر اس فانی مال و دولت کے لئے خدا کے ہاتھ سے معطر اور ممسوح کئے ہوئے قلوب کب اس کی طرف جا سکتے ہیں۔

سورۃ جمعہ کے ایک مقام پر غور کرنے سے ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کو ذکر اللہ کی طرف سعی کرنے کا ارشاد ہوا۔ اور پھر ایک حالت یہ بتائی کہ جب لوگ تجارت یا لھو کو دیکھتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا آپ کے خلفا اور نواب کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ان کو بتایا کہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ مال و دولت جو تجارت کا نتیجہ ہے یا دہ خوشی اور عارضی مسرت کا نتیجہ ہے۔ وہ نہ روح کی پرورش کا ذریعہ ہیں نہ جسم کی۔ بلکہ وہ ذکر اللہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو خیر الرازقین سے تعلق پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

اور قرآن کریم کے دوسرے مقام پر فرمایا **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**۔ حقیقی سکینت و اطمینان ذکر اللہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی قلبی کیفیت کو کاغذ پر عیاں کیا ہے اس سے آپ کے اطمینان قلب اور سکینت کی حالت عیاں ہے۔ لوگ اطمینان قلب کے لئے تڑپتے اور دنیا میں ہزاروں پاپڑ بیلتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اطمینان اور سکینت کے جس اعلیٰ مقام پر ہیں۔ کیا کوئی اس کی نظیر پیش کر سکتا ہے؟

پھر ایک طرف ہمدردی اور مروت کا یہ تقاضا ہے کہ خدا کی ساری مخلوق کو اپنا کنبہ قرار دیا ہے۔ انسان اپنے کنبہ کی پرورش اور نگرانی میں برے بھلے کی تمیز نہیں کرتا۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ اپنی صفت ربوبیت کے نیچے کسی کفر و زندقہ انسان و حیوان کا تفرقہ نہیں کرتا۔ لیکن جیسے محبت اور تعلق خاص کے لئے خاص صفات اور خوبیوں کی پروا کی جاتی ہے۔ جیسے معیت کے متعلق فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون اسیطرح صادق اور خدا پرست انسان باوجودیکہ ایک طرف کل مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور مروت کے لئے اپنے قلب کو وسیع پاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف خدا تعالیٰ کی محبت اور تعلق کے لئے پھر اس مخلوق میں وہ ایک قربانی کا سلسلہ شروع کرتا ہے۔ چنانچہ ہر بہتر کے لئے کو قربان کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اپنے تعلقات کو نامتناہی سلسلے کو محدود کرتا چلا جاتا ہے اسیطرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **اخوت** کے لئے صالحین کو منتخب کیا۔ ہر شخص کے چال چلن۔ اخلاق اور مرغوبات کا پتہ اس کے دوستوں سے مل سکتا ہے اب جو ہستی صرف صالحین سے محبت کرتی ہے۔ اور انھیں اخوت کے مقام پر رکھتی ہے۔ اس کی صلاحیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

۵۴ء آج سے اسّی سال۔

پچاس سال پیشتر کے واقعات حالات مقالات اور الہامات

غیرتِ دینی اور رفع الزام کی ایک شان

حضرت باری عزاسمہٗ کے ارشاد اور ہدایت کے ماتحت براہین احمدیہ کی اشاعت معرض التوا میں آچکی تھی۔ اور حضرت نے براہین کی چوتھی جلد کے آخر میں "ہم اور ہماری کتاب" کے عنوان سے اس حقیقت کا اعلان کر چکے تھے۔ یہ گویا پہلا امتحان اور ابتلا تھا ان لوگوں کا جو براہین احمدیہ کی وجہ سے ایک حسن ظن اور محبت پیدا کر رہے تھے سنت اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ ہر مومن اور مخلص کو غدار اور بے وفا سے ممتاز کرنے کے لئے مختلف قسم کے آسان اور مشکل امتحانی پرچے پیش کر دیتی ہے۔

ان لوگوں میں سے جو اس امتحان میں سب سے اول سامنے آئے ایک کپور تھلہ کے حاجی ولی اللہ صاحب بھی تھے۔ وہ ریاست میں ایک معزز عہدہ پر فائز تھے۔ انھوں نے براہین احمدیہ کو پڑھا تو ان کے دل میں ایک محبت کی چنگاری سلگی۔ لیکن خدا کی مشیت نے خود براہین ہی کو ایک ابتلا بنا دیا۔ تو انھوں نے ٹھوکر کھائی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الزام دیتے ہوئے ایک خط لکھا۔ نبیوں کی فطرت میں خدا تعالےٰ نے یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ وہ کسی الزام کو قبول نہیں کر سکتے۔ اور اس سے اپنی بریت ضروری سمجھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو کہ جب رہا ہو کر شاہی دربار میں آئے تو پہلی بات یہی کی کہ اس الزام کا فیصلہ کیا جاوے۔ آخر خود اس عورت نے

آپ کے دامن کو پاک ٹھیرایا

حاجی صاحب نے وعدہ شکنی وغیرہ کے الزامات آپ پر اس لحاظ سے لگائے کہ براہین کی اشاعت معرض التوا میں آگئی۔ آپ نے ان کو ایک نہیں دو مکتوب لکھے جس میں اپنے آپ کو اس الزام سے بری ٹھیرایا۔

حاجی صاحب نے اپنے خط میں معلوم ہوتا ہے بہت کچھ سختی سے لکھا تھا۔ وہ ایک معزز عہدہ دار تھے اس کے نشہ میں جو چاہا لکھ دیا مگر حضرت کے مکتوب کو پڑھیے۔ اس میں کس قدر برداشت اور حوصلہ سے کام لیا گیا ہے ہاں غیرت دینی کی شان نمایاں ہے۔ اپنی ماموریت کا پر شوکت الفاظ میں اعلان ہے۔ وعظ اور نصیحت کا پہلو بھی ترک نہیں کیا۔ اور ایسے رنگ میں حاجی صاحب کو ہوشیار کیا گیا ہے کہ انھیں سمجھ آجاوے کہ وہ غلطی پر ہیں۔ اب میں کسی لمبی تمہید کے بغیر وہ مکتوب نیچے دیتا ہوں۔ (عرفانی)

مکتوب بنام حاجی ولی اللہ صاحب

مخدومی مکرمی اخویم حاجی صاحب! سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون

آج مدت کے بعد عنایت نامہ پہنچا۔ آپ نے جس قدر اپنے عنایت نامے میں اس احقر عباد اللہ کی نسبت اپنے بزرگانہ ارشادات سے **بد نیتی** ۔ ناراستی اور خراب باطنی اور وعدہ شکنی۔ اور انحراف از کعبہ حقیقت وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ میں ان سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو

ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

ماسوا اس کے اگر خداوند کریم و رحیم ایسا ہی انجام کرے جیسا آپ نے سمجھا ہے۔ تو میں اس سے بدتر ہوں۔ اور درشت تر الفاظ کا مستحق ہوں۔

رہی یہ بات کہ مینے آپ سے کوئی وعدہ خلافی کی ہے یا میں کسی عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہوں۔ تو اس وہم کا جواب زیادہ تر توجہ سے خود آپ ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ جس روز چھپے ہوئے پردے کھلیں گے اور جس روز حصل ما فی الصدور کا عمل درآمد ہوگا۔ اور بہت سے بدظن اپنی جانوں کو رو کریں گے۔ اس روز کا اندیشہ ہر ایک جلد باز کو لازم ہے

یہ سچ ہے کہ براہین احمدیہ کی طبع میں میری امید اور اندازے سے زیادہ توقف ہو گیا۔ مگر اس توقف کا نام عہد شکنی نہیں میں فی الحقیقت مامور ہوں۔ اور درمیانی کارروائیاں جو الٰہی مصلحت نے پیش کر دیں۔ در اصل وہی توقف کا موجب ہو گئیں۔ جن لوگوں کو دین کی غمخواری نہیں۔ وہ کیا جانتے ہیں کہ اس عرصہ میں کیا کیا عمدہ کام اس براہین کی تکمیل کے لئے ہوئے۔ اور خداوند تعالےٰ نے اتمام حجت کے لئے کیا کیا سامان میسر کئے۔

آپ نے سنا ہو گا کہ قرآن شریف کئی برسوں میں نازل ہوا تھا۔ کیا وہ ایک دن میں نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کو اگر معلوم نہ ہو تو کسی باخبر سے دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عرصہ میں یہ عاجز بیکار رہا۔ یا بڑا بھاری سامان اتمام حجت کا جمع کرتا رہا۔ تیس ہزار سے زیادہ اشتہارات اردو انگریزی میں تقسیم ہوئے۔ بیس ہزار سے زیادہ خطوط تبلیغ اپنے ہاتھ سے لکھ کر مختلف مقامات میں روانہ کئے۔ ایک عقلمند اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ علاوہ جد و جہد اور محنت اور عرق ریزی کے۔ کیا کچھ مصارف ان کارروائیوں پر ہوئے ہونگے۔ ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ بد باطن اور نیک باطن کو خوب جانتا ہے۔

وان یک کاذباً فعلیہ کذبہٗ

اور اگر بقول آپ کے میں خراب اندرون ہوں۔ اور کعبہ کے چھوڑ کر بتخانہ کو جا رہا ہوں۔ تو وہ عالم الغیب ہے۔ آپ سے بہتر مجھے جانتا ہو گا۔ لیکن اگر حال ایسا نہیں ہے۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ روز مطالبہ اس بدظنی کا کیا جواب دیں گے۔

اللہ جل شانہ فرماتا ہے:۔

ولا تقف ما لیس لک بہ علم
ان السمع والبصر والفواد
کل اولئک کان عنہ مسئولا

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(۲۳ر دسمبر ۱۸۸۴ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء)

مولانا عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ لسان العرب" نے تو یہ طریق لازمی طور پر رکھا ہے۔ پھر حضرت نے اپنے سلسلہ تقریر میں فرمایا کہ سنسکرت وغیرہ زبانیں تو قریباً مردہ ہو گئی ہیں۔ نہ اُن میں تصنیفات ہیں۔ نہ کچھ۔ اور ایسا ہی عیسائیوں کا حال ہے۔ کہ اُن کی انجیل کی اصلی زبان کی طرف توجہ ہی نہیں رہی۔

پھر اسی سلسلہ میں حضور نے فرمایا کہ:۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ پھر اسلام سے کیوں پرخاش رکھی جاتی ہے۔ اسلام کا خدا کوئی مصنوعی خدا نہیں۔ بلکہ وہی قادر خدا ہے۔ جو ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اور پھر رسالت کی طرف دیکھو۔ کہ اصل غرض رسالت کی کیا ہوتی ہے۔؟

اوّل یہ کہ رسول ضرورت کے وقت پر آئے اور پھر اس ضرورت کو بوجہ احسن پورا کرے۔ سو یہ فخر بھی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔ عرب اور دنیا کی حالت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بالکل وحشی لوگ تھے۔ کھانے پینے کے سوا کچھ نہ جانتے تھے۔ نہ حقوق العباد سے آشنا اور نہ حقوق اللہ سے آگاہ۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے ایک طرف اُن کو نقشہ کھینچ کر بتلایا کہ **یاکلون کما یاکل الانعام** پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے ایسا اثر کیا **یبیتون لربھم سجدًا وقیامًا** س ۱۹۔ کی حالت ہو گئی یعنے اپنے رب کی یاد میں راتیں سجدے میں گذار دیتے۔ اللہ اللہ کس قدر فضیلت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ایک بے نظیر انقلاب اور عظیم الشان تبدیلی واقع ہو گئی۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کو میزان اعتدال پر قائم کر دیا۔ اور مردار خوار اور مردہ قوم کو ایک اعلےٰ درجہ کی زندہ اور پاکیزہ قوم بنا دیا۔ دو ہی خوبیاں ہوتی ہیں۔ علمی یا عملی۔ عملی حالت کا تو یہ حال کہ **یبیتون لربھم سجدًا وقیامًا**۔ اور علمی کا یہ حال کہ اس قدر کثرت سے تصنیفات کا سلسلہ اور توسیع زبان کی خدمت کا سلسلہ جاری ہے کہ اُس کی نظیر نہیں ملتی۔

دوسری طرف جب عیسائیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے حیران ہی ہونا پڑتا ہے۔ کہ حواریوں نے عیسائی ہو کر کیا ترقی کی۔ یہودہ اسکریوطی جو یسوع کا خزانچی تھا کبھی کبھی تغلب بھی کر لیا کرتا تھا۔ اور تیس روپے لے کر اُستاد کو پکڑوا دیا تو اُس کا ظاہر ہی ہے۔ یسوع کی تھیلی میں دو ہزار روپیہ رہا کرتے تھے۔ ایک طرف تو اُن کا یہ حال ہے بالمقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال کہ بوقت وفات پوچھا کہ کیا گھر میں کچھ ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دینار ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے تقسیم کر دو۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کا رسول خدا تعالےٰ کی طرف سفر کرے۔ اور گھر میں ایک دینار چھوڑ جاوے۔

مجھے تو حیران ہی ہونا پڑتا ہے۔ کہ عیسائی لوگ فلسفہ فلسفہ پکارتے ہیں۔ ان کی الٰہیات کی فلاسفی خدا جانے کہاں گئی۔ کفارہ ہی کو دیکھو ایک تصوری جانور کی طرح ہے۔ کفارہ نے کیا بنایا. علمی دلائل کو چھوڑ دیا جاوے۔ تو بھی دیکھو کہ حواریوں کی نہ تو علمی اصلاح ہوئی۔ اور نہ عملی۔ علمی اصلاح کے لئے تو انجیل نے خود فیصلہ کر دیا۔ کہ وہ موٹی عقل والے تھے اور کم فہم اور لالچی تھے۔ اور عملی اصلاح کا خاکہ بھی انجیل نے کھینچ کر دکھلا دیا۔ کہ کوئی لعنتیں بھیجتا ہے۔ اور کوئی تیس روپیہ پر پکڑواتا ہے۔ اور کیا کچھ۔ اور کیا کچھ۔ گناہ کے آثار تاریکی اور ظلمت تو اس دنیا ہی میں شروع ہو جاتی ہے جیسے فرمایا **من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی الآیۃ** س ۱۵۔

اب یسوع کے شاگردوں کو دیکھو کہ کیا اُن کی حالت میں تبدیلی ہوئی۔ گناہ کے دور ہونے سے تو ایک قسم کی بصیرت اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ مگر اُن میں کہاں۔ پھر کفارہ نے کیا بنایا ——— "

* * *

یہ سلسلہ یہیں تک پہنچا تھا۔ اور ایک لطیف تقریر شروع ہو گئی تھی۔ مگر افسوس میری نظر سامنے شنکرداس کے مکان پر جا پڑی۔ جہاں سے ایک پیر زال بوڑھیا دریچہ سے دھڑم سے زمین پر آ رہی۔ اور میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ اوہ! کوئی گر گیا۔ سب کی توجہ اس طرف منعطف ہو گئی۔ اور حضرت اقدس کو بھی سلسلہ بند کرنا پڑا۔ آخر حضور تشریف لے گئے۔

* * *

۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء کی صبح

ایک رؤیا۔ اور الہام کی وسعت

بعد نماز فجر حضرت اقدس نے فرمایا کہ "اب میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ اگر کوئی خواب بھی آتا ہے۔ تو میں اُسے اپنی ذات یا نفس سے مخصوص نہیں سمجھتا۔ بلکہ اسلام اور اپنی جماعت کے متعلق سمجھتا ہوں۔ اور میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اپنے نفس کا ذرا بھی خیال نہیں ہوتا۔ چنانچہ رات میں نے دیکھا۔ کہ ایک بڑا پیالہ شربت کا پیا۔ اُس کی حلاوت اس قدر ہے۔ کہ میری طبیعت برداشت نہیں کرتی۔ باایں ہمہ اُسے پیئے جاتا ہوں۔ اور میرے دل میں یہ خیال بھی گذرتا ہے کہ مجھے پیشاب کثرت سے آتا ہے۔ اتنا میٹھا اور کثیر شربت کیوں پی رہا ہوں۔ مگر اس پر بھی میں اس پیالے کو پی گیا۔ شربت سے مراد کامیابی ہوتی ہے۔ اور یہ اسلام اور ہماری جماعت کی کامیابی کی بشارت ہے

اصل بات یہ ہے

کہ جس قدر تعلقات انسان کے وسیع ہوتے ہیں۔ اسی قدر سلسلہ اُس کے خواب کا بلحاظ تعلقات وسیع ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کلکتہ کا کوئی ایسا شخص ہو جس کو ہم جانتے بھی نہیں۔ تو اُسکے متعلق کوئی خواب بھی نہ آئے گی۔ چنانچہ کئی سال پہلے مجھے صرف چند آدمی جانتے تھے۔ اُسوقت جو خواب آتی تھی۔ وہ ان تک ہی محدود ہوتی تھی۔ اور اب کئی ہزار سے تعلق رکھتے ہے"

ادویات کے متعلق گفتگو اور ایک علمی نکتہ

ادویات کے متعلق گفتگو کا سلسلہ چل پڑا اور وہ اس تقریب پر کہ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کو کوئی دوا حضرت اقدس نے شب کو دی تھی۔ اُس کے اثر کے متعلق دریافت فرمایا۔ اسی ضمن میں ایسٹرن سرپ اور کچلہ وغیرہ پر مختلف ذکر ہوتا رہا۔ اور اُن کے خواص میں سے اعصاب کی تقویت کا تذکرہ ہوا۔ جس پر حضرت اقدس کو مولانا مولوی عبدالکریم نے اس امر کی طرف توجہ دلا دی عصب کے لفظ میں فلاسفی بھری ہوئی ہے۔ کیونکہ عَصَبَ کے معنے ہیں باندھنا۔ اور پٹھے بھی انسان کے اعضاء کو رسیوں کی طرح باندھے رکھتے ہیں۔ اور بالمقابل نرو کے لفظ میں بجز لفظ کے کچھ بھی نہیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا:۔

" یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ الفاظ کے اندر بھی علمی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ اور عربی زبان اسی لئے خاتم الالسنہ ہے۔ چونکہ قرآن جیسا عظیم الشان معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اس لئے اس کی عظمت علمی پہلو سے بہت بڑی ہے "

پھر اسی کے ضمن میں **منن الرحمٰن** کی اشاعت کے متعلق تذکرہ ہوتا رہا۔ حضرت نے فرمایا کہ "بعض اسباب اور سامان بہم پہنچ جانے پر جو اس کے کے لئے ضروری ہیں۔ شائع ہوگی"

چار قسم کے نشانات

پھر اسی ذکر میں آپنے فرمایا" میں نے بارہا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے چار قسم کے نشان دیئے ہیں۔ اور جن کو میں نے بڑے دعوے کے ساتھ متعدد مرتبہ لکھا اور شائع کیا ہے۔

اوّل:۔ عربی دانی کا نشان ہے۔

اور یہ اُسوقت سے مجھے ملا ہے جب سے کہ محمد حسین (بٹالوی صاحب) نے یہ لکھا کہ یہ عاجز عربی کا ایک صیغہ بھی نہیں جانتا۔ حالانکہ ہم نے

کبھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ کہ عربی کا صیغہ آتا ہے۔ جو لوگ عربی املا اور انشاء پڑھتے ہیں۔ وہ اس کی مشکلات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور اس کی خوبیوں کا لحاظ رکھ سکتے ہیں۔ مولوی صاحب (مولوی عبد الکریم صاحب سے مراد تھی) شروع سے دیکھتے رہے ہیں۔ کہ کسطرح اللہ تعالےٰ نے اعجازی طور پر مدد دی ہے۔ بڑی مشکل آ پڑتی ہے۔ جب ٹھیٹھ زبان کا لفظ مناسب موقع پر نہیں ملتا۔ اس وقت خدا تعالےٰ وہ الفاظ القا کرتا ہے۔ نئی اور بناوٹی زبان بنا لینا آسان ہے۔ مگر ٹھیٹھ زبان مشکل ہے۔

پھر ہمنے ان تصانیف کو بیش قرار انعامات کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ تم جس سے چاہو مدد لے لو۔ اور خواہ اہل زبان بھی ملا لو — مجھے خدا تعالےٰ نے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ وہ ہرگز قادر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ نشان قرآن کریم کے خوارق میں سے ظلی طور پر مجھے دیا گیا ہے۔

دوم:۔ دعاؤں کا قبول ہونا۔

مینے عربی تصانیف کے دوران میں تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے، کہ کس قدر کثرت سے میری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔ ایک ایک لفظ پر دعا کی ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنےٰ کرتا ہوں (کیونکہ اُن کے طفیل اور اقتداء سے تو یہ سب کچھ ملا ہے) اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں اس قدر قبول ہوئی ہیں۔ کہ کسی کی نہیں ہوئی ہوں گی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ دس ہزار یا دو لاکھ یا کتنی۔ اور بعض نشانات قبولیت دعا کے تو ایسے ہیں کہ ایک عالم اُن کو جانتا ہے۔

تیسرا نشان:۔ پیش گوئیوں کا ہے

یعنی اظہار علی الغیب۔ یوں تو نجومی اور رمال لوگ بھی اٹکل بازیوں سے بعض باتیں ایسی کہدیتے ہیں۔ کہ اُن کا کچھ نہ کچھ حصہ ٹھیک ہوتا ہے — اور ایسا ہی تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کاہن لوگ تھے۔ جو غیب کی خبریں بتلاتے تھے۔ چنانچہ سطیح بھی ایک کاہن تھا۔ مگر ان اٹکل باز رمالوں اور کاہنوں کی غیب دانی اور مامور من اللہ اور ملہم کے اظہار غیب میں یہ فرق ہوتا ہے کہ ملہم کا اظہار غیب اپنے اندر الٰہی طاقت اور خدائی ہیبت رکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے صاف طور فرمایا ہے لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ س ۱۹ یہاں اظہار کا لفظ ہی ظاہر کرتا ہے کہ اس کے اندر ایک شوکت اور قوت ہوتی ہے۔

چوتھا نشان قرآن کریم کے حقائق و معارف

کا ہے۔ کیونکہ معارف قرآن اُس شخص کے سوا اور کسی پر نہیں کھل سکتے جس کی تطہیر ہو چکی ہو۔ لا یمسہ الا المطہرون س ۲۷ مینے کئی مرتبہ کہا ہے کہ میرے مخالف بھی ایک سورۃ کی تفسیر کریں۔ اور میں بھی تفسیر کرتا ہوں۔ پھر مقابلہ کر لیا جاوے مگر کسی نے جرأت نہ کی۔ محمد حسین وغیرہ نے تو یہ کہدیا۔ کہ ان کو عربی کا صیغہ نہیں آتا۔ اور جب کتابیں پیش کی گئیں تو بودے اور رکیک عذر کر کے ٹال دیا۔ کہ یہ عربی توارنی کچالو ہے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کہ ایک صفحہ ہی بنا کر پیش کر دیتا۔ اور دکھا دیتا کہ عربی یہ ہے

غرض ہمارے چار نشان ہیں۔ جو خاص طور پر میری صداقت کے لئے مجھے ملے ہیں"

نوٹ:۔ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے یہ حضرت اقدس کے مقدس کلمات کا مفہوم اور مضمون ہے۔ جو کہیں اپنے اصلی الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ اور کہیں ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں ہے۔ کیونکہ عین تقریر کے وقت قلمبند نہیں ہوا۔ بلکہ حافظہ کے بھروسہ پر کوئی آدھ گھنٹہ بعد قلمبند کیا گیا ہے۔ (ایڈیٹر)

یکم جنوری ۱۸۹۹ء

الحمد للہ حضرت اقدس معہ جمیع متعلقین ومخلصین مقیم قادیان بخیریت ہیں۔ حسب معمول نماز پنجگانہ با جماعت ہوئی۔ قبل از نماز عشاء حضور نے سنایا کہ رات یعنے ۳۱ر دسمبر ۱۸۹۸ء کی شب کو الہام ہوا:۔

"السهيل البدري"

پھر فرمایا کہ سہیل وہ ستارہ ہے جس کو ولد الزنا کُش بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ طلوع ہوتا ہے۔ تو نکوئی کیڑے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ابو الفضل نے اسی ستارہ کی نسبت لکھا ہے ع

ولد الزنا کُش آمد چو ستارہ یمانی

پھر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں تین آدمی داخل بیعت ہوئے۔ پھر نماز عشاء ادا کی گئی۔ اور مع الخیر تشریف لے گئے۔

۲ر جنوری ۱۸۹۹ء

خدا کا فضل ہے۔ کہ حضرت امام ہمام مع جمیع خدام مع الخیر بشاش ہیں۔ حسب معمول نماز پنجگانہ با جماعت ہوئی۔ ۸ بجے دن کے آپ ایک کثیر التعداد احباب کے ہمراہ سیر کو تشریف لے گئے۔ اثناء راہ میں فرمایا کہ یہ تکالیف اور ایذائیں جو مخالف کبھی بدزبانیوں کے رنگ میں۔ اور جھوٹ اور افترا سے بھرے ہوئے اشتہاروں کے ذریعہ اور کبھی گورنمنٹ اور حکومت کو خلاف واقع اور محض جھوٹی باتوں کے بیان کرنے سے بدظن کر کے ہم کو پہنچاتے ہیں۔ اگر ہماری اپنی ہی ذات تک محدود اور مخصوص ہوتی ہیں۔ تو خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم کو ذرا بھی خیال نہ ہوتا۔ کیونکہ ہم[لہ] تو قربانی کے بکرے کی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر وقت تیار ہیں۔ مگر اس کا اثر ہماری قوم پر پہنچتا ہے۔ اور بعض لوگ ابھی ایسے کمزور ہیں جو ابتلاء برداشت نہیں کر سکتے۔ اسلئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ان کل حالات کو چھاپ کر گورنمنٹ کے پاس بھیجدیں۔ کیونکہ اگر ہم خاموش رہیں تو ادھر مخالف ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔ پھر اسکا اثر اچھا نہیں پڑتا۔ چونکہ ہمارے دل صاف ہیں اور ہم بدباطن لوگوں کی طرح نفاق۔ اور مداہنت سے کام نہیں لیتے۔ اسلئے ہم کو کامل اُمید ہے کہ یہ رسالہ **کشف الغطاء** گورنمنٹ عالیہ کو ہمارے حالات اور ہماری تعلیمات سے اطلاع دے گا۔ اور ہمارے ہر دوست کے پاس بطور سارٹیفکیٹ کے رہے گا"

آج بھی دو آدمیوں نے بیعت کی۔

۵ر جنوری ۱۸۹۹ء

آج گورداسپور میں نماز فجر جماعت کے ساتھ پڑھی گئی۔

احباب سچے اخلاص اور محبت کے جوش میں لودھیانہ۔ کپور تھلہ۔ امرت سر۔ لاہور شملہ۔ جموں۔ مدو ملی وغیرہ مقامات سے آ کر جمع ہو گئے تھے۔ اور جماعت میں سو کے قریب آدمی شامل ہوئے۔

بعد نماز صبح مولوی قطب الدین صاحب بدوملی نے مندرجہ ذیل اعتراض کیا:۔

سوال

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کتفین مبارک کے درمیان جو مہر نبوت بتلائی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ رسولی کی طرح تھی اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تقریر حضرت اقدس

(جو انشاء اللہ تعالےٰ اگلی اشاعت میں درج اخبار ہوگی)

صوفی کرم الٰہی صاحب کی وفات

جماعت احمدیہ لاہور نے صوفی صاحب مرحوم کی وفات پر مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کئے ہیں۔ میں جماعت لاہور کے جنرل سکرٹری صاحب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد صوفی صاحب کے حالات بغرض اشاعت ارسال کریں۔ (عرفانی)

نقل ریزولیوشن

جماعت احمدیہ لاہور حضرت صوفی کرم الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر نہایت رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت مخلص اور پرانے صحابی کے رفع پر ایسی کمزوری کو محسوس کرتی ہے۔ جو صوفی صاحب کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی (۲) جماعت احمدیہ صوفی صاحب مرحوم کی اولاد کیساتھ اظہار ہمدردی کرتی ہے۔ اور ان کے ساتھ اس رنج میں شریک ہے۔ جو اُن کو پہنچا ہے (۳) جماعت احمدیہ لاہور درخواست کرتی ہے کہ احباب جماعت حضرت صوفی صاحب کا جنازہ غائب ادا فرما کر اُنکے لئے مغفرت و ترقی مدارج کی دعا فرمائیں۔ (۴) ان قرار داد کی نقل حضرت اقدس۔ اخبار الفضل و الحکم۔ اور صوفی صاحب رضی اللہ عنہ کے فرزند صوفی فضل الٰہی کی معرفت تمام متعلقین کو بھیجی جاوے۔ والسلام

خاکسار

عبید اللہ جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور

[لہ] دریں چہ شک؟ حضور کا ارشاد ہے ؎

نے باید ہر ایک ذرہ عزت ہائے ایں دنیا
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را (ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حافظ معین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نمبر ۲

دوسروں کے لئے ایثار اور قربانی

جہاں حافظ صاحب اُن حقوق کو جو حقوق اللہ کہلاتے ہیں۔ بہت بڑا خیال رکھتے - اور تقرب الٰہی کے لئے نمازوں کی پابندی اور روزوں کا التزام اور نوافل اور تہجد کا خاص اہتمام کرتے تھے - اور سلسلہ کی خدمت کے لئے جو کچھ ان کو میسر آتا تھا - وہ دینے میں کبھی تامل نہ کرتے تھے - وہاں ان کا یہ شیوہ تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے بھی ہر وقت آمادہ رہتے تھے - اور یہ جوش ان میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بعض اوقات خود فاقہ کرتے - اور اپنی روٹی دوسروں کو دیتے تھے کہ دوسروں کو پتہ بھی نہیں لگتا تھا کہ ان کے اس نیک عمل کی ایک مثال ایک مخلص دوست نے محض اظہار شکر گذاری کے لئے خود ظاہر کر دی ہے اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اسی سلسلہ میں "الفضل" میں سے لے کر درج کر دوں - اس عملی نشان سے معلوم ہوگا کہ کہ حافظ معین الدین کن خوبیوں کا مجموعہ تھے - اور حضرت مسیح موعود کی پاک صحبت اور تربیت نے اس مس خام کو کندن بنا دیا تھا - اور اس مشت خاک کو اکسیر کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا -

وہ فرشتہ آیا

حضرت حافظ معین الدین صاحب مرحوم قادیانی زندگی کا ایک ورق ہر روز میرے سامنے پیش رہتا ہے - اور میں اس ذکر سے رطب اللسان رہتا ہوں. چونکہ اس سے صرف میں ہی واقف ہوں اسلئے دوستوں کو سنا کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں

ایام قیام دار الضعفاء قادیان میں ایک دن میرا ہاتھ خالی تھا کہ ایک ارائیں موضع ننگل (متصل قادیان) سے گاجریں بیچنے آیا - اور آواز دی - میرے بچے لپکے اور کہا گاجریں لے دو - میں نے کہا کہ جب اچھی گاجریں آویں گی تو لیں گے - گاجر فروش بولا کہ میری گاجریں میٹھی ہیں کھا کر دیکھ لو - اور دو گاجریں بچوں کے ہاتھ میں دے دیں اُنھوں نے کہا کہ اباجی گاجریں میٹھی ہیں لے دو - میں نے توکلاً علی اللہ دو پیسہ کی گاجریں لے دیں - بچوں نے کھا کر اور مطالبہ کیا - میں نے سوچا جہاں سے دو پیسے دیئے جاوینگے - وہیں سے دو اور بھی دے دوں گا - اسلئے اور دو پیسے کی گاجریں لے دیں - بچے لے کر گھر پہنچے - تو ان کی والدہ نے کہلا بھیجا کہ گاجریں شیریں ہیں اور بھیجدو - اور یہ اشد ضرورت سمجھ کر کہی گئیں مگر پیسہ میرے پاس نہ تھا - اسی اثناء میں ایک غریب نو مسلمہ نے کہا کہ مجھے بھی دو پیسے کی گاجریں لے دیں مگر پیسے میرے پاس نہیں ہیں - اس کو بھی دو پیسے کی گاجریں لے دیں - اور قیمت اپنے ذمہ ڈال لی - جب بائع نے قیمت طلب کی تو میں نے اُس سے کہا کہ :- کہ تم قادیان گاجریں فروخت کر لو - واپسی پر ہم پیسے دے دینگے - اس نے نہایت اضطراب سے کہا کہ میں نے قادیان سے اشیاء خریدنی ہیں - مجھے ابھی دو آنہ دیدو اسپر مجھے بہت فکر ہوئی - اور اپنا ایک بچہ ایک معمار کے پاس بھیجا - جو کہ دار الضعفاء کی مسجد پر کام کرتا تھا - کہ دو آنہ نقد دے دو - ہم روپیہ تڑا کر تم کو کل دے دینگے - میاں نبی بخش معمار سیالکوٹی نے بلا تامل دو آنہ حوالہ کئے - اور گاجر فروش لے کر چلا گیا -

بچوں نے سارا دن انھیں گاجروں پر بسر کیا - جب وہ روٹی مانگتے - میں اُن کے پیٹ کا حال پوچھتا - وہ کہتے کہ کسی قدر درد ہے - میں اس پر کہدیتا کہ جب تک پیٹ صاف نہ ہو لے کھانا مناسب نہیں - یہاں تک کہ شام کو بھی ان کو یہی جواب دے کر سلا دیا گیا - اور خود بھی نماز عشاء پڑھ کر چارپائی پر لیٹ گیا - بیوی بھی خاموش ہو کر پڑی رہی - اتنے میں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی - میں نے بیوی سے کہا کہ لو وہ فرشتہ آیا - جس کا مطلب یہ تھا کہ اب تمھارے لئے خدا نے کچھ کھانے کا سامان بھیجا ہے -

دروازہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ حافظ معین الدین صاحب تشریف لائے ہیں - میں نے پوچھا کہ اسوقت کیوں تکلیف فرمائی ؟ فرمایا کہ میں نماز عشاء پڑھ کر سونے لگا تھا - کہ یکایک میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ فلاں کا حال پوچھنا چاہیئے - اس لئے آیا ہوں - میں نے ان کو بعزت و احترام گھر میں لا کر بٹھایا - آپ نے فرمایا میرے پاس کچھ روٹیاں آئی تھیں - میں نے کہا کہ میرے پاس رکھی ہوئی صبح تک خراب ہو جائینگی - اسلئے تمھارے پاس لایا ہوں تمھارے بچے کھالینگے - میں نے کہا کہ بچے تو آرام سے پڑ کر سو رہے ہیں - آپ نے اسوقت بڑی تکلیف اُٹھائی - تو فرمایا اچھا آپ کے مرغ کھالینگے - میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ یہ خدا کا بھیجا ہوا رزق آیا ہے - اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے - حافظ صاحب نے آٹھ روٹیاں عنایت کیں - اس کے بعد ایک روپیہ نکال کر آپنے میری طرف کیا اور کہا کہ یہ پیسے بھی لے لو - میں نے بہت زور سے منع کیا کہ آپ نابینا ہیں ہمکو آپ کی خدمت کرنا چاہیئے - اس سے معاف فرمایا جائے - تو آپنے اُسی قدر اصرار سے کہا کہ منظور کر لو - اب رد کرنا اچھا نہیں - میں نے اس کو بھی خدا کی امداد سمجھ کر رکھ لیا - اور آئندہ کے لئے حافظ صاحب کو روکا کہ ایسا نہ کیا کریں -

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے جو مجھ سے کراتا ہے - وہ کرتا ہوں - آپ کیوں منع کرتے ہیں - میرا سب کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے ہے - میں نے صبح کو وہ روپیہ تڑا کر میاں نبی بخش صاحب معمار کو دو آنہ بھجوا دیئے - مگر اُنھوں نے لینے سے انکار کر دیا - میں نے دوبارہ بھیجے پھر بھی انکار کیا - سہ بارہ خود لے کر گیا - اُنھوں نے ہاتھ میں لے کر پھر واپس کر دیئے اور کہا کہ میں نے اس نیت سے نہیں دیئے تھے -

غرض حافظ صاحب کی اس ہمت نے مجھے بڑا سبق دیا کہ ہمدردی اسے کہتے ہیں کہ سوتے اُٹھ کر بحالت نابینائی میرے گھر تک پہنچ گئے -

اگرچہ دار الامان کے اس مہاجر نے اپنا نام نہیں دیا - مگر اُس کو پردہ خفا پر رہنے دینا اسلئے پسند نہیں کرتا کہ ایک مرحوم مخلص بھائی کی عملی ہمدردی کا نمونہ زیادہ قوی اور جس مہاجر نے احسان شناسی کی اس عملی مثال کو قائم کیا ہے اور اپنے صبر اور قناعت کا ایک نمونہ دکھایا ہے اُن سے بھی احباب واقف و آگاہ ہو جائیں -

یہ مہاجر میرے پرانے دوست میر مہدی حسین صاحب موجی ہیں - خدا کے فضل سے وہ زندہ موجود ہیں. اُنھوں نے اپنے اس ذاتی واقعہ سے (جو فی الحقیقت حافظ معین الدین صاحب کی زندگی کا ایک ورق ہے) بہت سے لوگوں کو مرحوم کے ساتھ محبت پیدا کرنے کا موقع دیا ہے - اور دوسرے لوگ بھی جو حافظ معین الدین صاحب کی زندگی کے کسی عملی واقعہ اور حالات سے واقف ہوں اور ان واقعات کا اظہار کریں - تو یہ ایک قابل قدر خدمت سلسلہ کی ہوگی -

حافظ معین الدین مرحوم کی زندگی میں ایسے واقعات ملتے ہیں. جو نہایت حیرت انگیز ہیں - ان کی یہ قربانی اور ایثار بنی نوع انسان تک ہی محدود نہ تھی - بلکہ وہ جانوروں تک بھی اس کو وسیع کرتے تھے - جس مکان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں پہلے نہایت خستہ حالت میں ایک کھنڈر سا پڑا ہوا تھا اس کے ایک حصہ میں ایک مرتبہ ایک کتیا نے بچے دیئے ہوئے تھے - اور بارش کے ایام تھے - میں نے ایک دن دیکھا کہ حافظ صاحب گرتے پڑتے نہایت تکلیف سے اِدھر کو جا رہے ہیں - میں نے پوچھا کہ حافظ صاحب کدھر کو جا رہے ہو - تو جواب میں اپنی عادت کے مطابق پوچھا کہ کون ؟ شیخ صاحب ہیں ؟ پھر السلام علیکم کے بعد کہا کہ :-

"بھائی ! ایک کتی نے بچے دیئے ہوئے ہیں - میرے پاس روٹی پڑی ہوئی تھی - میں نے کہا کہ جھڑی کے دن ہیں انکو ہی ڈالدوں"

مجھے شرم دلانے کے لئے یہ الفاظ کافی سے زیادہ اثر رکھتے تھے - نابینا آدمی ہے - راستہ خراب ہے - کیچڑ ہے - بچوں والی کتی ہے - جو بچوں کی حفاظت کے جذبہ سے دیوانہ سی ہوتی ہے - مگر یہ مرد خدا اس کے بچوں کی بھلائی کے

جذبہ سے متحرک ہوکر اپنی روٹی اس کو دینے جا رہا ہے ہم میں کس قدر ہیں جو اپنے بھوکے بھائی کا بھی خیال رکھتے ہیں؟ یہ جذبہ یہ حس حافظ صاحب میں کہاں سے آئی۔ یہ ایک سوال ہے۔ جس کا جواب میں آگے چلکر دونگا وباللہ التوفیق۔

حافظ صاحب کے ایثار کے دو واقعات میں نے پہلے درج کئے ہیں۔ میر مہدی حسین صاحب مورخ نے جو واقعہ اپنا ذاتی لکھا ہے۔ وہ بجائے خود بہت موثر اور سبق آموز ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ حافظ صاحب میں یہ **حس** اور **جذبہ** کہاں سے پیدا ہوا؟ ذاتی طور پر حافظ صاحب ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت ایسے حالات اور ایسے کرہ نہ ہوئی تھی کہ وہ دوسروں کے لئے اپنی ضروریات کو قربان کرسکیں۔ مگر ان کی زندگی کے عملی حالات بتاتے ہیں کہ ان میں خارق عادت **تبدیلی** ہوگئی تھی۔ پس جس وجود کے ذریعہ یہ تبدیلی ہوئی حقیقت میں یہ **اس کی صداقت اور زبردست قوت قدسی کا اثر تھا کہ جس نے خاک کو اکسیر بنا دیا۔** یہ عملی قوت جس وجود کے ذریعہ دنیا میں آتی ہے وہ

خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں پر غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور عملی **قوت قدسی** نے ان کو بالکل بدل دیا۔ اور **آسمانی انسان** بنا دیا۔ اور یہ ایک زبردست دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **صداقت** پر ہے۔ کوئی اس کی تردید نہیں کرسکتا۔ اسی طرح پر حضرت **مسیح موعود علیہ السلام** نے اپنی قوت قدسی سے ایک ایسا اثر اور جذب پیدا کیا ہے کہ بعض لوگوں کے حالات میں ایسی تبدیلی ہوئی ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور ان میں سے ہر ایک بجائے خود

ایک زندہ معجزہ ہے

غرض حافظ معین الدین صاحب نے یہ قوت ایثار کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لی۔ اور آپ کے **عمل** سے اس کو اخذ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات زندگی میں حافظ صاحب مرحوم نے ایسی **عملی روح** کو حاصل کیا تھا۔ وہ دیکھتے تھے کہ کسطرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کھانے کو دوسروں پر تقسیم کردیا کرتے تھے۔ اور اس ایثار کو روحانی تربیت کا بہت بڑا ذریعہ بتاتے تھے پھر ایک دولت مند آدمی کے لئے اسطرح پر کچھ خرچ کردینا شاید مشکل نہ ہو۔ لیکن ایک **معذور** انسان کا باوجود خود از بس حاجت مند ہونے کے دے دینا چھوٹی بات نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق ومحبت

صحابہ کے فضائل میں جو بات سب سے زیادہ انسانی قلب پر اثر ڈالتی ہے۔ وہ صحابہ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ **عشق ومحبت** ہے۔ جس نے ان کے اندر یہ روح پیدا کردی تھی۔ کہ وہ حق کے لئے سب کچھ قربان کردینے کو آمادہ اور مہیا رہتے۔ نہ صرف تیار بلکہ انھوں نے اپنے عمل سے ثابت کردکھایا۔ وہ **عظیم الشان انسان** جو ہجرت کے وقت آپ کے بستر پر نہایت اطمینان وسکینت سے لیٹ جاتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ بستر اسوقت بستر مرگ ہے۔ ایسا ہی وہ پاک وجود جو رفیق طریق ہوکر ساتھ ہو لیتا ہے اور غار میں خود اندر جاکر اسے صاف کرتا ہے محض اس خیال سے کہ کوئی موذی جانور ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ کرسکے۔

کیا اسی محبت وعشق رسول کے جذبات کی عملی تصویریں نہ تھیں ——— یقیناً وہ محبت وفدائیت کے مجسمے تھے۔

صحابہ کی زندگیوں میں اس کے بے شمار نمونے پائے جاتے ہیں۔ اور مرد تو مرد عورتیں بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ مجھ کو چونکہ اسوقت ان کے حالات زندگی نہیں بیان کرنا بلکہ صرف اتنا ہی بتانا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ **اخلاق اور نمونہ** نے اپنے خدام کے اندر جو برقی تاثیر ڈالدی تھی۔ اسیطرح پر حضرت مسیح موعود کی تربیت نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی عملی زندگی۔ **قوت قدسی** کا ایک ثبوت تھا۔

حضرت **حافظ معین الدین** اس فدائیت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ان کا معمول تھا کہ **ہر روز بلاناغہ** حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور گھنٹوں آپ کی چاپی کرتے رہتے۔

چونکہ کثرت کام اور قلت آرام کی وجہ سے ایک کوفت ہو جانی لازمی امر ہے۔ اگرچہ حضرت صاحب کبھی اسکو عام طور پر محسوس نہ فرماتے۔ مگر کوفت ہو جاتی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ عام طور پر بیمار بھی رہتے تھے۔ گو دوسرے آدمی اس کو نہ سمجھ سکیں۔

اسلئے حافظ صاحب نے اپنا معمول قرار دیا تھا کہ آپکی خدمت کے لئے جا پہنچتے۔ **بارش ہو آندھی ہو۔** خود حافظ صاحب معمولی طور پر بیمار ہوں۔ مگر جاتے اور ضرور جاتے۔ اور اس سے غافل نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حافظ صاحب سے کہا کہ حافظ! کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ۔ حافظ صاحب نہ تو شاعر تھے اور نہ کوئی خوش آواز۔ مگر یہ محسوس کرکے کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ کچھ پنجابی کے پرانے بیت سناتے رہتے۔ حافظ صاحب کہتے تھے کہ ہدایت اللہ شاعر کے کچھ شعر مینے سنائے۔ اب حافظ صاحب کا معمول ہوگیا کہ جہاں چاپی کرتے وہاں کچھ شعر بھی سناتے۔ اور حضرت صاحب خاموش رہتے۔

حافظ صاحب نے محسوس کیا کہ حضرت صاحب بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور اب ان کے اسی شوق نے ترقی کی اور ہر روز کچھ نہ کچھ شعر حفظ کرتے۔ کبھی دیوان حافظ کے شعر صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب کے پاس جاکر یاد کرتے۔ ایک دو مرتبہ میرے پاس بھی آئے کہ کچھ شعر بتاؤ۔ میں نے جب وجہ پوچھی تو کس محبت اور سرور سے فرمایا کہ

میں جب پڑھتا ہوں تو حضرت صاحب خوش ہوتے ہیں۔

غرض یہ مشغلہ جاری تھا کہ انھیں ایام میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بھی قادیان آئے ہوئے تھے نہیں بلکہ بلوائے ہوئے تھے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی مداخلت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ان کو بلوایا تھا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب (جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے زندہ ہیں۔ اور مولیٰ کریم ایسے مخلص دوستوں کو اور دربار مسیح موعود علیہ السلام کی زینتوں کو بہت دیر تک زندہ رکھے۔ آمین) کے حالات زندگی بہت کچھ لکھنے کا ارادہ ہے وباللہ التوفیق۔ مگر یہاں ایک بات جو حافظ صاحب کے حالات کے راستہ میں ہے لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا ایک ورق بھی دوستوں کے سامنے آجاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود **آقا** اور **محسن** ہونے کے اپنے **غلاموں** اور **خادموں** سے ایک خاص محبت رکھتے تھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو ایک رویا میں محبت کی تصویر دیکھی اور انگریزی فقرہ جس کا ترجمہ آپ کو دکھایا گیا ہے کہ

محبت محبت کو جذب کرتی ہے

اس کی حقیقت مجسم نظر آجاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خادموں سے بیحد محبت رکھتے تھے اور وہ محبت چونکہ خدام کو عرض حال کے لئے دلیر کردیتی تھی اسلئے وہ عرض کرنے میں جرأت کرتے تھے۔ اگرچہ کبھی ہر کہ عارف ترترساں تر بعض دوسروں کے ذریعہ کہلواتے اور خود پیش کرنے میں متامل ہوتے۔ مگر دوسرے اپنی محبت اور حضرت کی شفقت کی وسعت کو دیکھ کر کہہ گزرتے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب بھی انھیں دوستوں میں سے ایک ہیں کپورتھلہ کی جماعت حضرت کو بہت پیاری تھی۔ اور پیاری رہی اور اس **جماعت** کو اپنے ساتھ جنت میں ہونے کا وعدہ دیا۔ اور یہ اللہ کے فضل اور خاص کرم کی بات ہے کہ اس جماعت کے ایک بھی فرد پر کبھی کوئی ابتلاء نہیں آیا۔ اور کوئی ان میں کسی معاملہ میں تزلزل نہ ہوا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

غرض

حافظ صاحب کی یہ **شعر خوانی** کا سلسلہ جاری تھا۔ اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب بلوائے ہوئے قادیان میں موجود تھے۔ اور حضرت کے قریب ہی رہتے تھے۔ چند روز تک تو یہ سلسلہ رہا۔ ایکدن منشی جی نے عرض کیا کہ:۔

حضور کیا سنتے رہتے ہیں۔ حافظ صاحب سونے ہی نہیں دیتے۔ نہ یہ کوئی خوش آواز ہیں۔ سب کو تکلیف ہوتی ہے آپ کس طرح سنتے رہتے ہیں (یہ مفہوم منشی صاحب کے کلام کا تھا) آپ نے ہنس کر فرمایا۔

مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہے کہ یہ کیا سناتے ہیں۔ اور نہ میں اس خیال سے سنتا ہوں کہ یہ کوئی خوش آواز ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میرے دماغ میں اسلام کی حالت اور عیسائیوں کے حملوں کو دیکھ دیکھ کر جوش اٹھتا ہے کہ بعض وقت مجھے خطرہ ہوتا ہے۔ کہ دماغ پھٹ جائے گا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعائیں

میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے عنوان کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے مختلف پہلوؤں کو دکھانا چاہتا ہوں۔ میری غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلالت شان کا اظہار ہے۔ حضور کی زندگی کے ان پہلوؤں کو نمایاں کرنا ہے جو جلوت کی بجائے خلوت سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان میں جو حقیقت ہے وہ خدا کی مخلوق سے وابستہ ہے۔ یا علمی امتیازی نشان رکھتی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسے نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے ہیں جو دعا کا سب سے بڑا حربہ لے کر آیا ہے۔ اور وہ اپنے مخالفین کو ہر میدان میں علمی ہو یا عملی دعاؤں کی بے نظیر قوت سے شکست دیتا ہے

دعاؤنکا علمی امتیاز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف ہیں جو متحدیانہ اور اعجازی قوت ہے۔ وہ آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا نمونہ ہے حضرت مسیح موعود کی تمام تصانیف میں جو اہم مضامین ہیں، وہ دعاؤں کے ذریعہ نازل ہوئے ہیں۔ اور عربی تصانیف تو خصوصیت سے ان دعاؤں کی قبولیت ہی کا نتیجہ ہیں۔ جو دوران تحریر میں آپ فرماتے تھے۔ حضرت کا معمول تھا کہ وہ ہر ایک تصنیف کو جو معرکۃ الآراء ہو تحدی یا اعجازی رنگ میں پیش کی جانے والی ہو دعاؤں اور استخاروں کے بعد خصوصاً شروع کرتے۔ اور یوں ہر مرتبہ جب آپ قلم اٹھاتے تو دعا کے بعد اٹھاتے۔ تاکہ خدا کی تائید اور نصرت آپ کی رفیق قلم ہو۔ دوران تصنیف میں اگر کوئی مشکل پیش آئی تو اسی وقت دعا کی۔ اور وہ حل ہو گئی۔ اس طرح پر آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے علمی نشانوں کو جمع کیا جاوے۔ تو وہ بیشمار ہوں گے۔ افسوس ہمارے نوجوان دوستوں میں اس قسم کا شوق نہیں پایا جاتا۔ وہ الحکم کے ان اشارات سے ہی کام لے کر کچھ مدد کریں۔ غرض آپ کی اس قسم کی دعاؤں کی تعداد لاانتہا ہے میں محض خوش اعتقادی کے طور پر باتیں بنانے کا عادی نہیں ہوں۔ میں نے حضور کو پڑھا ہے۔ اور آپ کو نفسیات کی روشنی میں دیکھا ہے۔ اپنی ان باتوں کا ثبوت رکھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۶ر ستمبر ۱۸۹۸ء کو جبکہ صبح کی نماز کے بعد حسب معمول تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں نے عربی تصانیف کے دوران میں تجربہ کرکے دیکھ لیا ہے کہ کثرت سے میری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ایک ایک لفظ پر دعا کی ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ کرتا ہوں کیونکہ آپ کے اقتدا اور طفیل سے تو یہ سب کچھ ملا ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں اس قدر قبول ہوئی ہیں کہ کسی کی نہیں۔ میں کہہ سکتا دس ہزار یا دو لاکھ یا کتنی۔"

اس سے آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا علمی اعجاز ثابت ہے۔

آپ کی دعاوں کا ایک اور شاندار پہلو

اب میں آپ کی دعاؤں کا ایک اور نہایت ہی شاندار پہلو دکھانا چاہتا ہوں۔ جس کو پڑھ کر ہر احمدی کی روح یقیناً وجد کرے گی۔ اور وہ محسوس کرے گا کہ اس نے ایک ایسے وجود سے تعلق پیدا کیا۔ جو اس کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہر وقت مصروف رہتا اور اپنی زندگی کا یہی مقصد سمجھتا تھا

آپ نے ۱۲ر مئی ۱۸۸۳ء کو میر عباس علی صاحب کے نام ایک مکتوب لکھا اس میں تحریر فرمایا کہ:۔

"دعاؤں جیسی کوئی چیز نہیں اللہ عاصح العباد۔ یہ عاجز اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ یہی سمجھتا ہے کہ اپنے لئے اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کیلئے ایسی دعائیں کرنے کا وقت پاتا رہے جو رب العرش تک پہنچ جائیں۔ اور دل تو ہمیشہ تڑپتا ہے کہ ایسا وقت ہمیشہ میسر آجایا کرے۔ مگر یہ بات اپنے اختیار میں نہیں اگر خداوند کریم چاہے گا تو یہ عاجز آپ کیلئے دعا کرتا رہیگا

یہ عاجز خوب جانتا ہے کہ سچا تعلق وہی ہے جس میں سرگرمی سے دعا ہے۔"

گالیاں سُنکر دُعا دو پاکے دُکھ آرام دو!

اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو — وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار
نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں — چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار
جس نے نفس دوں کو ہمت کر کے زیر پا کیا — چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفندیار
گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو — کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی — چھوڑ دو ان کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار
چپ رہو تم دیکھ کر ان کے رسالوں میں ستم — دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کر دیں حال زار
دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو — شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار
افترا ان کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے — یہ خیال اللہ اکبر کسقدر ہے ناگوار
خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہم نے جگر — جنگ بھی تھی صلح کی نیت سے اور کیں سے فرار

پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
اب تو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجام کار

(مسیح موعود علیہ السلام)

آگے چلکر فرماتے ہیں:۔

"پیری مریدی کی حقیقت بھی دعا ہے۔ اگر مرشد عاشق کی طرح ہو۔ اور مرید معشوق کی طرح تب کام نکلتا ہے۔ یعنی مرشد کو اپنے مرید کی سلامتی کے لئے ایک ذاتی جوش ہوتا ہے۔ تا وہ کام کر دکھائے۔ سرسری تعلقات سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کوئی نبی یا ولی قوت عشقیہ سے خالی نہیں ہوتا۔ یعنی ان کی فطرت میں حضرت احدیت نے بندگان خدا کی بھلائی کے لئے ایک قسم کا عشق ڈالا ہوا ہوتا ہے۔ پس وہی عشق کی آگ، ان سے سب کچھ کراتی ہے۔ اور اگر ان کو خدا کا یہ حکم بھی پہنچے کہ تم دعا اور غمخواری خلق اللہ نہ کرو۔ تو تمہارے اجر میں کچھ قصور نہیں۔ تب بھی وہ اپنے فطرتی جوش سے رہ نہیں سکتے۔ اور ان کو اس بات کی طرف خیال بھی نہیں ہوتا کہ ہم کو اس جانکنی سے کیا اجر ملے گا۔ کیونکہ ان کے جوشوں کی بنا کسی غرض پر نہیں۔ بلکہ وہ سب کچھ قوت عشقیہ کی تحریک سے ہے" الی آخرہ

(مکتوب مورخہ ۱۲ر مئی ۱۸۸۳ء)

اب اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں اپنے وابستگان دامن کے لئے کس قدر جوش ان کی بھلائی کے لئے تھا۔

مُبارکی ہو

ان کو جنہوں نے اس کو پکڑا۔!

اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے جو وہ اپنی جماعت کے لئے کرتے تھے۔ اور جسے وہ اپنی زندگی کا سب سے اعلیٰ مقصد سمجھتے رہے ہیں۔ کون وہ دل ہے جو اس حقیقت کو پالے اور وہ بیتاب ہو کر ایسے محسن پر درود نہ پڑھے۔

دوستو! یہی وہ چیز ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے۔ جس کی طرف آپ کو بار بار غور کرنا چاہیئے۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سچی محبت پیدا ہوگی۔ اور یہی **محبت نجات کا ذریعہ** ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ وحی بھیجی تھی کہ

ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی یحببکم اللہ

(عرفانی)

مکتوباتِ احمدیہ

حضرت منشی احمد جان صاحب کے نام

مخدومی مکرمی اخویم منشی احمد جان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
وجزاکم اللہ خیر الجزاء۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آں مخدوم کا عنایت نامہ پہنچا۔ خداوند کریم کے احسانات کا شکر ادا نہیں ہو سکتا جس نے اس احقر العباد کے لئے ایسے دلی احباب میسّر کئے۔ جن کا وجود اس ناچیز کے لئے موجب عزت و فخر ہے۔ خداوند کریم آپ کو خوش و خرم رکھے۔ اور آپ کو ان دلی توجہات کا اجر بخشے۔ یہ عاجز سخت ناکارہ اور حقیر ہے۔ اور حضرت ارحم الراحمین کا سراسر منت اور احسان ہے کہ اس نالائق پر بغیر ایک ذرہ استحقاق کے تفضلات کثیرہ کی بارش کر رہا ہے۔ قصور پر قصور پاتا ہے اور احسان پر احسان کرتا ہے۔ اور ظلم پر ظلم دیکھتا ہے۔ اور انعام پر انعام کرتا ہے۔ فی الحقیقت وہ نہایت رحیم و کریم ہے۔ ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو اس کا شکر ادا کر سکوں۔ یہ عاجز ہیچ اور ذلیل اور بے بضاعت اور سراسر مفلس ہے۔ اس نے خاک میں مجھے پایا۔ اور اٹھا لیا۔ اور نالائق محض دیکھا۔ اور میری پردہ پوشی کی۔ میرے ضعف پر نظر کر کے مجھ کو آپ قوت دی۔ اور میری نادانی کو دیکھ کر مجھ کو آپ علم بخشا۔ میرے حال پر وہ عنایتیں کیں۔ جن کو میں گن نہیں سکتا۔ اور اس کی عنایات کا ایک یہ ظہور ہے کہ آپ جیسے بزرگ بھائیوں کے دلوں میں اس احقر کی محبت ڈالدی۔ سو اس کے احسانات سے تعلق ہے کہ اس حب کو ترقی دیگا۔ اور وہ ان سب پر فضل کرے گا۔ جن کو اس سلک میں منسلک کیا ہے۔

اس خط کے تحریر کے بعد یہ شعر کسی بزرگ کا الہام ہوا۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

(۲۸ر مارچ ۱۸۸۴ء مطابق ۲۹ر جمادی الاول ۱۳۰۱ھ)

* * *

مخدومی مکرمی اخویم منشی احمد جان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا کارڈ آنمخدوم پہنچا۔ سوال آپ کی طرف سے یہ ہے کہ اس کار خیر میں کتنے لوگ بصدق دل ساعی ہیں۔ سو واضح ہو کہ آں مخدوم کے سوا چار آدمی ہیں کہ ارادت اور حسن ظن سے سعی ہے۔ پٹیالہ میں منشی عبد الحق صاحب اکونٹنٹ دفتر نہر ہند۔ ڈیرہ غازیخاں میں منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ۔ پشاور میں مولوی غلام رسول صاحب عہدہ قانون گو۔ انبالہ میں منشی محمد بخش صاحب ان چاروں صاحبوں نے سعی میں کچھ فرق نہیں کیا۔ منشی عبد الحق صاحب نے سب سے پہلے اس کار خیر کی طرف قدم رکھا۔ اور جانفشانی سے کام کیا۔ اور ان کی کوشش سے لاہور اور انبالہ اور کئی ایک شہروں میں خریداری کتاب کی ہو گی۔ اور اب بھی وہ بدستور سرگرم ہیں کچھ حاجت کہنے کہانے کی نہیں۔ منشی الٰہی بخش صاحب نے سعی اور کوشش میں کچھ دریغ نہیں کیا اور منشی غلام رسول صاحب نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور منشی محمد بخش صاحب بھی بدل و جان مصروف ہیں اور ان کی سعی سے بہت مدد پہنچی۔ یہ چاروں صاحب دلی مخلص ہیں۔ اور حتی الوسع اپنی خدمت ادا کر چکے ہیں۔ مگر پھر سے دوبارہ منشی عبد الحق صاحب و منشی الٰہی بخش صاحب کو لکھا ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ سعی میں کچھ فرق نہ کرینگے اور نہ کیا ہے۔

اور ان کے سوا دو تین آدمی اور بھی ہیں کہ جنہوں نے بمقدار جوش اپنے کچھ خدمت کی ہے۔ مگر بہتر ہے کہ ان کی اسی قدر خدمت پر قناعت کی جائے۔ تا موجب کسی ابتلاء کا نہ ہو۔"

(۱۵۔ مارچ ۱۸۸۴ء مطابق ۱۶ر جمادی الاول ۱۳۰۱ھ)

ضروری نوٹ

مندرجہ بالا مکتوب کے متعلق مجھے نہایت درد دل کیساتھ ایک ضروری امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ مقام خوف ہے۔ جن بزرگوں کا اس مکتوب میں حضرت اقدس نے ذکر فرمایا ہے۔ سوائے مولوی غلام رسول صاحب کے میں تینوں بزرگوں سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں۔ یہ لوگ مولوی عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں میں سے تھے۔ جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے۔ ان کی زندگیاں حتے الوسع شریعت کے مطابق تھیں۔ صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں فدائیوں میں سے تھے۔ اور ہر خدمت کو بجا لانا اپنی سعادت اور خوش بختی سمجھتے تھے۔ بعض حالتوں میں طبع کتب کے سلسلہ میں یا اور ایسی ہی دینی ضرورتوں کے لئے حضرت اقدس منشی الٰہی بخش یا عبد الحق سے قرض بھی لے لیا کرتے تھے۔ اسوقت یہ اپنے اخلاص میں بے نظیر تھے۔ لیکن حضرت کے دعوے مسیحیت کی ابتداء تک ان کی یہی حالت چلی گئی۔ منشی الٰہی بخش صاحب کو الہام ہونے کا دعوے تھا۔ لیکن ان کی طبیعت میں خشونت اور تندی بے حد تھی۔ رفتہ رفتہ ان میں تکبر اور رعونت پیدا ہونے لگا۔ میں اسوقت ساری داستان نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ میں پورے طور سے شاہد عینی کے طور پر اس سے واقف ہوں۔ اس تکبر اور رعونت نے انہیں حق سے دور ڈالنا شروع کر دیا۔ آخری مرتبہ وہ منشی عبد الحق کو ساتھ لے کر قادیان آئے۔ اور حضرت اقدس سے ملاقات کی اور اپنے الہام وغیرہ سناتے رہے۔

شام کیوقت بغیر کسی ارادے اور تجویز کے حضرت مخدوم الملۃ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ بلعم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں باوجود اپنی نیکی کے کیوں رد کر دیا گیا؟

اسپر حضرت اقدس نے ایک تقریر کی۔ لیکن منشی الٰہی بخش نے یہ سمجھا کہ مجھ کو بلعم باعور بنایا گیا۔ اس غصہ میں پیچ و تاب کھاتا ہوا آخر وہ یہاں سے چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان ہی ایام میں **ضرورت امام** شائع کی۔ لیکن وہ بھی الٰہی بخش کے زیغ کا علاج نہ کر سکی بلکہ یضل بہ کثیرا کا باعث ہو گئی۔ آخر وہ اس سلسلہ سے کٹ گیا۔ اور اس نے مخالفت پر کمر باندھی۔ مگر اس کا جو دردناک انجام ہوا۔ وہ بہت عبرت انگیز ہے اسکا کچھ ذکر میرے مکرم و محترم مخلص بھائی بابو فضلدین صاحب اوورسیر نے ایک عینی شاہد کی حیثیت سے لکھا ہے۔ میرا مقصد اس واقعہ کے بیان کرنے سے صرف اس قدر ہے۔ کہ انسان اپنی خدمات پر نہ اترائے۔ بلکہ مومن کا خاصہ ہے۔ کہ جسقدر اسے نیکی کی توفیق ملتی ہے اسی قدر وہ شرمندہ ہوتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان لوگوں نے حضرت ؑ کے ابتدائی زمانہ میں بڑی خدمات کیں۔ مگر خدا جانے کہ انکے ساتھ انکے نفس کی کیسی بڑی ملونی تھی کہ انکا خاتمہ قابل افسوس ہوا۔ منشی عبد الحق کی طبیعت الٰہی بخش سے متغائر واقع ہوئی تھی۔ مگر اسے اس کی دوستی نے تباہ کیا۔

بابو محمد صاحب آخیر وقت تک سلسلہ میں رہے گو ان کو کچھ شکوک سلسلہ کے بعض اخراجات کے متعلق پیدا ہو گئے تھے۔ انھوں نے کبھی تعلق کو نہ توڑا۔ اور آخیر وقت تک اسے قائم رکھا۔ پس

مقام خوف ہے

انسان اپنی کسی نیکی اور خدمت پر اترائے نہیں اور ہمیشہ حسن خاتمہ کے لئے دعا کرتا رہے۔ اسی مقصد سے مینے اس عبرت انگیز واقعہ کو لکھا۔

* * *

(عرفانی)

مکتوبات صادق

حضرت مخدوم الملتہ مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک تعزیتی خط خواجہ کمال الدین صاحب کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج آپکے کارڈ سے آپکے عزیز بچہ نصیر احمد کا فوت ہو جانا یا زندہ ہونا معلوم ہوا۔ میں زندہ ہونا مانتا ہوں۔ اسلئے کہ صادق رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شیرخوار بچوں کو والدین کے لئے فرط یعنی جنت کی راہ صاف کرنے والے فرماتے ہیں۔

برادرم! اعمال کی صورتیں ہیں۔ اگر اخلاص درمیان ہو اگر احتساب ہو۔ یعنی خدا کی رضا اور قدر سے پوری موافقت ہو تو کس قدر غنیمت ہاتھ آئی۔ ایک دنیا دار کو جسے اس مکدر زندگی سے سکون اور طمانیت حاصل ہے اور آخرۃ پر پیٹھ دے کر بیٹھ رہا ہے۔ یہ باتیں تلخ معلوم ہوں گی۔ مگر وہ فوت شدہ چیز کے واپس لانے کا کوئی چارہ تو بتلائے یا لا کر دکھائے۔

مومن کس قدر نفع میں ہے کہ ولادت و فوت دونوں صبر و شکر کے وسیلہ سے اس کی ترقی درجات کا موجب ہیں۔ خود ہی دے اور خود ہی لے جاوے۔ اور لے جانا اس کا لاتبدیل قانون قدرت ہے۔ جسے عقلاء کی عقلیں اور حکماء کی حکمتیں تحویل نہیں کر سکتیں۔ پھر ہمارا شکر کرے اور اجر جزیل کا وعدہ دے۔ یہ فضل عظیم نہیں تو کیا ہے؟

قربان جایئے اس حامد محمد احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جس نے علم اور عمل دونوں سے دنیا کو رضا بالقضا کا درس دیا۔ مکی زندگی میں بھی الحمد للہ آپ کی زبان پر جاری رہا۔ جب کہ مصائب کے پہاڑ آپکے سر پر ٹوٹ رہے تھے۔ اور چاروں طرف سے درندے آپ پر مسلط تھے۔ اور پھر مدنی کامیاب زندگی میں بھی وہی پاک کلمہ جس سے خدا تعالےٰ کے مقادیر کے ساتھ پوری صلح اور سلم کی عجیب خوشبو آتی ہے۔ گیارہ بچے بھی آپ کے فوت ہوئے۔ تو گو آپ ہر رنج میں صبر کا کامل نمونہ ٹھیریں۔ بچوں کی وفات پر آپ کا یہ فرمانا للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ باجل مسمی۔ کسقدر صبر۔ مسالمت بالقدر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ہمارے ہمسایہ میں آج سے دو مہینے کے قریب ہوتے ایک ہندو مر گیا ہے۔ اُن کے ہاں ہر روز سیاپا ہوتا ہے۔ چونکہ میرا مکان بسبب بلندی کے اُن کی ساری حرکات کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔ میں اُن کے شیون اور نوحہ سے اپنے محبوب و مولےٰ سرور عالم و عالمیاں علیہ صلوات الرحمٰن پر درود ارسال کرنے میں عجیب لذت محسوس کرتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ موت اور زندگی کی مسٹری جس کی گرہ کھولنے میں عقلائے دہر کے ناخن بالکل گھس گئے ہیں۔ اور ہنوز وہ گرہ ویسے ہی زندہ ہے۔ کیسی صفائی سے اُس مظہر اسرار غیب پر کھلی۔

اولاد کا مرنا نقد نقد خسارہ ہے۔ عرف عالم میں اور ظاہر بین نگاہ میں ہے بھی اسی طرح۔ کدورتوں اور مصیبتوں اور دکھوں کا آنا ابنائے دنیا کو کسقدر ناگوار ہے مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر قوت خدا کی قدر سے موافقت کرنے کی کس راہ سے ملی؟ اگر کوئی شخص آپ کی زندگی کے اور اوراق کے مطالعہ سے بے خبر اور اس کی نظیر کے واقعات سے ناواقف ہے تو کافی ہے اس کے لئے اسی سورۃ فاتحہ کے آغاز میں غور کرے یعنی الحمد للہ رب العلمین۔ میں اسپر پیچ اور پر انقلاب زندگی میں قدم قدم پر کیسے ناگفتنی واقعات پیش آئے اور اس اثناء میں نماز کا وقت بھی آ گیا۔ اگر آپ کی روح پر فتوح کو اللہ تعالےٰ سے پوری صلح نہ تھی تو کیونکر آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکلتا الحمد للہ رب العلمین۔ رات دن میں حوادث بھی پڑتے ہی رہے۔ اور اُن سب وقفوں کی چھ نمازوں کے افتتاحی کلمات ہمیشہ گواہی دیتے رہے کہ خدا تعالیٰ کی قاہر ارادوں اور حکیمانہ تقدیروں سے طوع دل سے صلح کرنے والا ایک ہی انسان دنیا میں پیدا ہوا ہے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بہشتی لوگ بہشت میں جائینگے اور اُسے پورا دار السرور پائیں گے۔ تب جوش سے الحمد للہ رب العلمین کہیں گے۔ اس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت اور پر سرور قلب کا اندازہ کیجئے۔ جو شروع ہی میں الحمد للہ رب العلمین بولا۔ اور اس عالم کے گرم و سرد میں ہمیشہ یہی اُس کی زبان پر جاری رہا۔

غرض ان بدنصیب ہندوؤں کے سیاپے سے بڑی عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس شقی قوم پر خدا تعالےٰ کے صفات کا راز نہیں کھلا۔ اور بید بے ثمر نے تناسخ کے اصول کی تعلیم سے انھیں سخت گھاٹا دیا۔

جب صورت حال یہ ہو تو میں آپ کو مبارکباد دوں کہ آپ کی طرف سے ان دشوار گذار گھاٹیوں کے صاف کرنے کو سپیر مائینرز پلٹن کا ایک قوی فرد آگے گیا۔ اور براہ راست خدا کے ہاں پہنچ کر آپ کے لئے دست شفاعت اور زبان ضراعت وا کرے گا۔ یا ابنائے جنس کی پیروی کر کے آپ کی تعزیت کروں یا ایک بدبخت سر قدر اور صلح بالقدر سے جاہل رافضی کی طرح آپ کو رونے اور رُلانے کی ترغیب دوں۔ خدا تعالےٰ آپ کو توفیق دے کہ اس انعام کو آپ ضائع نہ کریں جو اس عجیب تقریب پر آپ کو ملنے والا ہے۔

عاجز عبدالکریم
۱۵ جون ۱۹۰۰ء بعد نماز ظہر

مختار شاہجہان پوری کے نام

سنن ونوافل کی غایت سنن ونوافل دراصل متممات ہیں۔ یعنی فرائض میں تغافل و کسل اور دیگر بشری ضعفوں کے باعث جو نقص اور کمی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم و علیم نے تلافی و سد خلل کے لئے انھیں بذریعہ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ لغتہً نفل کے معنے اسپر دال ہیں۔ جمعہ کے لئے فی الحقیقت دو ہی رکعت ہیں۔ چونکہ یہ بڑا ہی عظیم الشان فریضہ ہے اسلئے اسکے تتمیم اجر کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور چار منضم کر دیں۔ فافہم وتدبر۔ اشتہار تازہ ارسال خدمت ہے۔ میں یہاں بشرط زندگی بہت عرصہ تک رہوں گا۔ ۲۶ نومبر ۱۸۹۹ء

تراویح اور تہجد حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میرا عمل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ ثابتہ پر ہے۔ حضرت نے رمضان اور غیر رمضان میں نماز تہجد میں کوئی فرق نہیں کیا۔ ہمارا بھی عمل یہی ہے۔ کہ آخری حصہ رات میں گیارہ رکعت پڑھتے ہیں والسلام۔ کتاب البریہ بالکل ختم ہو گئی۔ ایک ہفتہ تک اشاعت کے قابل ہو گی۔ ۲۹ جنوری ۱۹۰۰ء

اپنے ایک عزیز منشی محمد اسمٰعیل کے نام

نئی پیدائش خدا کے فضل سے ہم بقدر آرام سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ ہمارے احباب اور متعلقین اب تک عافیت سے ہیں۔ مگر سب کو بار بار کہو کہ خدا کا مسیح بار بار اپنی جماعت کو کہتا ہے کہ وقت ہے کہ سچی تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لو۔ اور ڈر جاؤ کہ اس کے دورے بار بار ہوتے ہیں۔ اور سالوں تک ہوتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے سب بھائی اور متعلقین نئی پیدائش حاصل کریں (۷ مارچ ۱۹۰۲ء)

اقارب کو تبلیغ خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے ظل عاطفت میں وقت اچھا گذر رہا ہے۔ ہر نماز میں بتضرع دعا کرتا ہوں کہ اس رجز (طاعون) سے اللہ تعالےٰ ہمارے تمام متعلقوں کو محفوظ رکھے۔

برادرم جہاں جہاں ممکن ہو تاکید کرو کہ سچی توبہ گناہوں سے کریں۔ اور نمازوں کو سنوار کر پڑھیں۔ افسوس اب تک غفلت اور ہنسی کا ہی زور ہے۔ (۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء)

الحکم کے پڑھنے کی تاکید اور اس کے برکات حضرت اقدس علیہ السلام قبول فرماتے ہیں بیعت آپ کی والدہ کی۔ اور بیوی بچوں کی۔ مبارک ہو۔ خدا تعالےٰ ان سب کو راستی اور تقوے پر قائم رکھے اور نار سے بچائے۔

اللہ تعالےٰ میری قوم پر میرے متعلقین اور احباب پر خاص فضل کرے۔ دنیا میں ہمکو راستبازوں کی جماعت میں داخل کرے۔

برادرم! بڑے خوفناک دن ہیں۔ اور خدا معلوم آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ قرآن کریم پڑھتے رہو۔ اور دعا اور استغفار میں مشغول رہو۔ الحکم کو بہت پڑھا کرو کہ اس میں بہت برکات ہوتے ہیں۔ اعزہ کو پھر تبلیغ کرو۔ اور جس طرح ممکن ہو اسی سے لو۔ والسلام۔ عبدالکریم ۵ اپریل ۱۹۰۲ء

۲۶ مئی سنہ ۱۹۳۴ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کردیا کرتے ہیں۔ اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ مئی کو الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کی

پانچ ہزار کاپیوں کی اشاعت

کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ اسکے لئے میں صرف **۵۰** محبان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا ہوں کہ وہ ایک ایک سو کاپی لے کر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے **۴۰** صفحہ پر شائع ہوگا اس میں اول سے لے کر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت۔ سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو ساڑھے بارہ روپے فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائے گا۔ ایک کاپی کی قیمت چار آنہ ہوگی میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دے دینگے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہوسکے۔

اگر پانچ ہزار کاپی پوری نہ ہوسکی تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت کو ملتوی کردوں گا۔ اسلئے مارچ کے آخر تک اس تعداد کو پورا کردیا جائے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار: عرفانی

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا تعالےٰ کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہرگونہ یقین ہے کہ وہ اسکی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اگر وہ کسی وجہ خریدار نہ رہنا چاہیں۔ از راہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔ ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جائے۔ اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں۔ تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے۔ میں جذبات آفرین الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کے احیاء و بقا کی تحریک میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے۔

(عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے۔ پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا جب تک کہ مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے۔ اس جلد کے تیسرے نمبر میں چودھری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علیخان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالےٰ کے نام مکتوبات ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جائے گی تو قیمت نصف کردی جائیگی۔ تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں احباب جلد منگوائیں

ملنے کا پتہ منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

مشاہدات عرفانی یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے

نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا کہ قعر مذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔ ہر مقام اور شہر جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق انگیز صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔

قیمت جلد اول ــــ دو روپے آٹھ آنے ــــ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ:۔ منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپا اور الحکم آفس واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا